THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

قطعی و ظنی نصوص میں اجتہاد کا دائرۂ کار: اصولِ فقہ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

THE SCOPE OF IJTIHĀD IN DEFINITIVE AND SPECULATIVE TEXTS: A RESEARCH STUDY IN THE LIGHT OF UṢŪL AL-FIQH

Dr. Muhammad Imran
Assistant Professor, Usool –ud-din department ,Institute of Islamic Studies University of Karachi.
drmuhammadimranshami@gmail.com
Muhammad Shahbaz
PhD Scholar Institute of Islamic Studies University of Karachi
drshahbazsalik@gmail.com
Sabir Ali
PhD Scholar, Lecturer,Lasbela university of Agriculture, Water & Marine Sciences
sabir.ali@luawms.edu.pk

Abstract:
The scope of Ijtihād has remained a central subject in Uṣūl al-Fiqh, as it determines the extent to which juristic reasoning may be exercised in deriving legal rulings from the primary sources of Islamic law. The classification of Sharīʿah texts into definitive (qaṭʿī) and speculative (ẓannī) with respect to their authenticity (thubūt) and indication (dalālah) constitutes the principal criterion for identifying the legitimate domains of ijtihād. This study aims to examine the scope of ijtihād in light of the various categories of definitive and speculative texts and to analyze the juristic rulings governing each category within the framework of classical Islamic legal theory. Adopting a qualitative and analytical methodology, the research explores the five principal categories of legal texts, including qaṭʿī al-thubūt wa al-dalālah, qaṭʿī al-thubūt wa ẓannī al-dalālah, ẓannī al-thubūt wa qaṭʿī al-dalālah, ẓannī al-thubūt wa ẓannī al-dalālah, and the application (tanzīl and taṭbīq) of legal rulings to contemporary circumstances. The study demonstrates that ijtihād is impermissible in matters established by definitive authenticity and definitive meaning, whereas it remains valid in texts involving speculative authenticity, speculative indication, or issues requiring contextual application of established rulings. Furthermore, the research presents illustrative juristic examples that clarify the practical implications of these categories and highlights the methodological principles adopted by classical jurists in distinguishing the domains of certainty from those open to legal reasoning. The findings reveal that the proper understanding of the relationship between certainty and speculation safeguards the integrity of Islamic law while preserving its flexibility in addressing newly emerging legal questions. The study concludes that a principled application of ijtihād, grounded in the established rules of Uṣūl al-Fiqh, ensures both fidelity to the authoritative sources of Sharīʿah and the continued relevance of Islamic jurisprudence in responding to contemporary challenges.

Keywords: Ijtihād, Uṣūl al-Fiqh, Definitive Texts, Speculative Texts, Qaṭʿī al-Thubūt, Ẓannī al-Thubūt, Qaṭʿī al-Dalālah, Ẓannī al-Dalālah, Tanzīl, Taṭbīq, Islamic Jurisprudence.

شریعت کے تمام احکام یکساں درجے کے نہیں، بلکہ اصولِ فقہ کی رو سے ان کی حیثیت ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ بعض نصوص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوتی ہیں، بعض قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت، بعض ظنی الثبوت اور قطعی الدلالت، جبکہ بعض ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت کے درجے میں آتی ہیں۔ یہی تقسیم اس امر کے تعین میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے کہ کسی مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہے یا نہیں۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اجتہاد اسلامی فقہ کا وہ بنیادی اصول ہے جس کے ذریعے مجتہدین کتاب و سنت کے نصوص سے ایسے مسائل کے شرعی احکام مستنبط کرتے ہیں جن میں صریح یا قطعی رہنمائی موجود نہ ہو، یا جن کے فہم، تطبیق اور تنزیل میں علمی غور و فکر کی ضرورت پیش آئے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ کے بعد صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین نے شریعت کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کرتے ہوئے ہر دور کے نئے مسائل کا حل پیش کیا، جس سے اسلامی فقہ کی جامعیت، وسعت اور عملی افادیت نمایاں ہوئی۔

اصولیین نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اجتہاد کا دائرہ ہرگز مطلق نہیں، بلکہ اس کی حدود و قیود شریعت نے خود متعین کی ہیں۔ چنانچہ جن احکام کا ثبوت اور دلالت دونوں قطعی ہوں، ان میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ وہ قطعی اور غیر متغیر احکام ہیں۔ اس کے برعکس جن نصوص کی دلالت یا ثبوت ظنی ہو، یا ایسے نئے حالات پیدا ہو جائیں جن میں قطعی احکام کی تنزیل اور تطبیق کی ضرورت ہو، وہاں اجتہاد نہ صرف جائز بلکہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اسی اصولی تقسیم کی بنیاد پر فقہ اسلامی میں اجتہاد کے محل اور حدود کا تعین کیا جاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں سائنسی ترقی، جدید مالیاتی نظام، مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل تجارت، حیاتیاتی تحقیق، طبی ایجادات اور بین الاقوامی تعلقات جیسے متعدد مسائل نے اجتہاد کی اہمیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ ان مسائل کا صحیح شرعی حل اسی وقت ممکن ہے جب نصوصِ شرعیہ کے ثبوت و دلالت کے درجات کو درست طور پر سمجھا جائے اور اجتہاد کو ان حدود کے اندر استعمال کیا جائے جو اصولِ فقہ نے متعین کی ہیں۔ اس طرح ایک طرف شریعت کے قطعی احکام محفوظ رہتے ہیں اور دوسری طرف اسلامی قانون ہر دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ رہتا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ "قطعی و ظنی نصوص میں اجتہاد کا دائرۂ کار: اصولِ فقہ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے اسی اہم اصولی مسئلے کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس میں نصوصِ شرعیہ کی قطعی و ظنی اقسام، ثبوت و دلالت کے مختلف درجات، ہر درجے میں اجتہاد کے حکم، ان کی عملی مثالوں، اس کے اصولوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اجتہاد کا صحیح دائرۂ کار کیا ہے، کن نصوص میں اجتہاد کی گنجائش نہیں، کن میں اس کی اجازت ہے، اور کس طرح اصولِ فقہ کے مقرر کردہ ضوابط اسلامی شریعت کے ثبات اور اس کی دائمی تطبیق کے درمیان ایک متوازن ربط قائم کرتے ہیں۔

قطعی و ظنی ہونے کے اعتبار سے مسائل کی تقسیم

قطعی و ظنی ہونے کے لحاظ سے مسائل کی پانچ قسمیں ہیں:

1: قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ۔

2: قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ۔

3: ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ۔

4: ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ۔

5: مسائل غیر منصوصہ۔

قطعی اور ظنی ثبوت و دلالت کے تین تین درجات کے اعتبار سے کل بارہ قسمیں ہوئیں اور مسائل غیر منصوصہ کے ساتھ کل تیرہ (13) قسمیں ہوئیں۔ اب ان تیرہ قسموں میں کس میں اجتہاد ہو سکتا ہے اور کس میں نہیں؟ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قطعی الثبوت والدلالت میں اجتہاد کا حکم:

اس کے تین درجات کے اعتبار سے احکام۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

درجہ اولی: قطعی الثبوت میں اجتہاد کا حکم:

جب کوئی مسئلہ ایسا ہو کہ جس کا ثبوت قطعی ہو، تو اس مسئلے کی دلیل کے ثبوت میں اجتہاد نہیں کرسکتے، کیونکہ وہ دلیل خود قطعاً ویقیناً ثابت النسبۃ ہے، تو اس کے ثبوت کے لیے اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں۔

درجہ ثانیہ: قطعی الدلالت میں اجتہاد کا حکم:

اسی طرح جب کوئی مسئلہ ایسا ہو کہ جس کی دلالت قطعی ہو، تو اس مسئلے کی دلیل کی دلالت میں اجتہاد نہیں کرسکتے، کیونکہ اس دلیل سے جو حکم شرعی مراد ہے وہ از خود واضح اور بیّن ہے تو اس میں اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مذکورہ دونوں مسئلوں کی امثلہ:

ان دونوں کی مثال اجماع صریح جو ہم تک تواتراً منقول ہوا، لہذا وہ احکام جو اس اجماع سے ثابت ہیں ان میں اجتہاد کو مجال نہیں ہے۔ اسی طرح پانچ نمازوں کی فرضیت، زکوۃ کی فرضیت، حج کی فرضیت، قتل کی حرمت، چوری کی حرمت، زنا کی حرمت، اور حدود، کفارات، اور ورثاء کے حصص وغیرہ جو قرآن میں مقرر ہیں۔

درجہ ثالثہ: قطعی الثبوت قطعی الدلالہ کی تنزیل و تطبیق میں اجتہاد کا حکم:

قطعی الثبوت قطعی الدلالہ میں ثبوت دلیل اور دلالت میں اجتہاد نہیں ہو سکتا، لیکن وہ مسائل جو قطعی الثبوت قطعی الدلالہ ہیں انکی تنزیل و تطبیق میں بعض اوقات اجتہاد ممکن ہے یعنی ان میں اجتہاد کرنا درست ہے۔

مثال:

اسکی مثال یہ ہے کہ سارق یعنی چور کی سزا کا حکم نصِ قرآنی قطعی الثبوت قطعی الدلالہ سے واضح ہے، اور وہ نص قرآنی یہ ہے۔

''السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ'' ۔ [1]

ترجمہ: جو مرد یا عورت چوری کرے تو انکا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اور اس سزا سے مقصود سارقین پر زجر ہے تاکہ لوگوں کے اموال محفوظ رہ سکیں، کیونکہ حدود شرعیہ دراصل من قبیل زواجر ہیں لیکن جب حضرت عمر کے زمانے میں قحط سالی ہوئی اور لوگ بھوک مٹانے کے لیے چوریاں کرنے لگے تو سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے تطبیق حکم (یعنی چور کا ہاتھ کاٹنا) منع فرمادیا، کیونکہ ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے لوگ بھوک سے مرجاتے تو حفظ نفوس کے لیے انہوں نے منع فرمادیا کیونکہ حفظ نفوس حفظ اموال پر مقدم ہے۔ اس لیے انہوں نے ایسا کیا۔ اور جب قحط سالی ختم ہوگئی تو یہ حکم لوٹ آیا تو یہاں سیدنا عمر نے تنزیل اور تطبیق فی الحکم الشرعی میں اجتہاد کیا۔

المغنی لابن قدامہ میں ہے:

''قال أحمد: لا قطع في المجاعة. يعني أن المحتاج إذا سرق ما يأكله، فلا قطع عليه؛ لأنه كالمضطر. وروى الجوزجاني، عن عمر، أنه قال: لا قطع في عام سنة. وقال: سألت أحمد عنه، فقلت: تقول به؟ قال: إي لعمري، لا أقطعه إذا حملته الحاجة، والناس في شدة ومجاعة. وعن الأوزاعي مثل ذلك. وهذا محمول على من لا يجد ما يشتريه، أو لا يجد ما يشتري به، فإن له شبهة في أخذ ما يأكله، أو ما يشتري به ما يأكله. وقد روي عن عمر، - رضي الله عنه - أن غلمان حاطب بن أبي بلتعة انتحروا ناقة للمزني، فأمر عمر بقطعهم، ثم قال لحاطب: إني أراك تجيعهم. فدرأ عنهم القطع لما ظنه يجيعهم. فأما الواجد لما يأكله، أو الواجد لما يشتري به وما يشتريه، فعليه القطع، وإن كان بالثمن الغالي. ذكره القاضي، وهو مذهب الشافعي'' [2]

ترجمہ: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: بھوک اور افلاس کی وجہ سے اگر کسی نے چوری کی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یعنی کوئی محتاج شخص جب مال مأکول (کھانے پینے کی اشیاء چرائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ اس شخص کی طرح ہوگیا جو حرام کھا کر جان بچانے پر مجبور ہو۔ جوزجانی حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قحط سالی کے سال ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، مزید فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں؟ تو آپ نے جواباً فرمایا: ہاں، میری زندگی کی قسم میں ایسی صورت میں کسی کے ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دونگا کہ جب حاجت کی وجہ سے اسے یہ کام کرنا پڑے اور لوگ بھوک اور شدت کی حالت میں ہوں اور امام اوزعی سے اسی کی مثل

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

مروی ہے اور یہ حکم اس بات پر محمول ہے کہ جب چوری کرنے والا کوئی ایسی چیز نہ پائے جسے خرید کر گزارا کر سکے یا جس کے ذریعے کوئی چیز خرید سکے، کیونکہ ماکول چیز اٹھانے میں یا ماکول چیز خریدنے میں اس کے حکم میں شبہ ہے اور تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حاتم بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے مزنی کا اونٹ ذبحہ کر دیا تو حضرت عمر نے ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا دیا پھر حاتم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم ان کو بھوکا رکھتے ہو پس آپ ان کے ہاتھ کاٹنے سے رک گئے کیونکہ آپ کو یہ گمان ہوا کہ ان کا مالک انہیں بھوکا رکھتا ہے بہر حال ایسا شخص جس کے پاس کھانے کی چیز موجود ہے یا خریداری کیلئے ثمن موجود ہے یا جسے وہ خرید سکتا ہے اگرچہ اس کی قیمت واجبی قیمت سے زائد ہو اگر وہ چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ قاضی نے اس کو ذکر کیا اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

قطعی الثبوت وظنی الدلالت میں اجتہاد کا حکم:

اصولِ فقہ کی رو سے قطعی الثبوت، ظنی الدلالت سے مراد وہ نصوص ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ یا قرآنِ کریم سے ثابت ہونا یقینی اور قطعی ہو، لیکن ان کے الفاظ ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھتے ہوں یا ان کی دلالت کسی ایک معنی پر قطعی نہ ہو۔ اس بنا پر ایسی نصوص میں ثبوت کے اعتبار سے کسی قسم کے اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی، البتہ ان کے مفہوم، مراد اور عملی تطبیق کے تعین میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی نصوص میں اجتہاد کے احکام کو درج ذیل تین درجات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

درجۂ اول: قطعی الثبوت میں اجتہاد کا حکم

قطعی الثبوت سے مراد وہ نص ہے جس کا مصدر یقینی ہو، جیسے قرآنِ کریم کی تمام آیات اور سنتِ متواترہ۔ چونکہ ان نصوص کا اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہونا قطعی اور یقینی ہے، اس لیے ان کے ثبوت میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ مجتہد اس امر پر غور نہیں کرتا کہ یہ نص ثابت ہے یا نہیں، کیونکہ اس کا ثبوت پہلے ہی قطعی دلائل سے مسلم ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا اجتہاد کا میدان ثبوت نہیں، بلکہ اس نص کے فہم اور اس سے حکم کے استنباط سے متعلق امور ہوتے ہیں۔

درجۂ ثانی: ظنی الدلالت میں اجتہاد کا حکم

اگرچہ اس قسم کی نص کا ثبوت قطعی ہوتا ہے، لیکن اس کی دلالت ظنی ہوتی ہے، یعنی الفاظ متعدد معانی کا احتمال رکھتے ہیں یا ان کے مفہوم کے تعین کے لیے قرائن اور اصولِ استنباط کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسی صورت میں مجتہد کو دلالتِ نص میں اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ وہ لغتِ عرب، سیاق و سباق، اسبابِ نزول، سنتِ نبوی ﷺ، مقاصدِ شریعت، اقوالِ صحابہ اور دیگر اصولی قواعد کی روشنی میں یہ متعین کرتا ہے کہ نص سے مراد کون سا معنی ہے اور شرعی حکم کس مفہوم پر مبنی ہوگا۔ اسی وجہ سے فقہاء کے درمیان بعض قرآنی آیات کی تفسیر اور ان سے مستنبط فقہی احکام میں اختلاف پایا جاتا ہے، حالانکہ آیت کا ثبوت قطعی ہے۔ یہ اختلاف نص کے ثبوت میں نہیں بلکہ اس کی دلالت اور مراد کے فہم میں اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ظنی الدلالت نصوص فقہی اجتہاد کا ایک اہم میدان شمار ہوتی ہیں، جہاں مجتہد شرعی اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے راجح مفہوم کا تعین کرتا ہے۔

پہلی مثال:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ''[3]

ترجمہ: اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین قروء تک۔

یہ آیت قطعی الثبوت ہے کیونکہ یہ نص قرآنی ہے، اور تمام نصوص قرآنیہ قطعیات الثبوت ہیں، لیکن یہ قطعی الدلالہ نہیں ہے کیونکہ اس میں موجود لفظ قروء کی مراد قطعی طور پر واضح نہیں ہے۔ کیونکہ لفظ "قروء" حیض اور طہر دونوں معنی میں مشترک ہے لہٰذا امام اعظم ابو حنیفہ قروء سے مراد حیض لیتے ہیں جبکہ امام شافعی طہر مراد لیتے ہیں۔

تو چونکہ اسکا ثبوت قطعی ہے لہٰذا اس کے ثبوت کے لیے کسی نے اجتہاد نہیں کیا لیکن چونکہ دلالت قطعی نہیں تھی اس لیے ائمہ نے اس کے مدلول و مراد میں اجتہاد کیا۔ کسی نے حیض مراد لیا اور کسی نے طہر۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

العدۃ فی اصول الفقہ میں ہے:

’’{يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ}؛ لأن القرء من الأسماء المشتركة، تارة يعبر عن الحيض، وتارة عن الطهر‘‘ [4]

ترجمہ: {طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک (البقرۃ:228)} کیونکہ قروء اسمائے مشترکہ میں سے ہے کبھی اس کا اطلاق حیض پر اور کبھی طہر پر ہوتا ہے۔

دوسری مثال:

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے:

’’ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ‘‘ [5]

ترجمہ: ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں کے لیے۔

یہ آیت بھی قطعی الثبوت ہے کیونکہ یہ نص قرآنی ہے، اور تمام نصوص قرآنیہ قطعیات الثبوت ہیں، لیکن یہ قطعی الدلالہ نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں کہ حق مہر کم از کم کیا ہونا چاہیے یہ آیت ظنی ہے لہذا ائمہ نے اس مسئلے میں اجتہاد کیا ہے، امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار 10 درہم ہے، جبکہ امام شافعی کے نزدیک کم از کم کی مقدار نہیں ہے جس پر فریقین (میاں بیوی) راضی ہو جائیں۔ وہی متعین ہے خواہ دس درہم ہو، اس سے کم ہو یا زائد۔

تیسری مثال:

اللہ تعالی فرماتا ہے:

’’وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ ‘‘ [6]

ترجمہ: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔

یہ آیت قطعی الثبوت ہے کیونکہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ مگر اس میں ایک لفظ "نکح" ہے اس میں مجتہدین کا اختلاف ہے کہ یہاں نکاح عقد کے معنی میں یا ہمبستری کے معنی میں ہے، یعنی جس سے باپ نے محض نکاح کر لیا ہو تو اس سے بیٹا نکاح نہیں کر سکتا، یا جب باپ کسی عورت سے ہمبستری کر لے تو بیٹا اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہاں نکاح بمعنی عقد کے ہے یعنی اگر باپ نے زنا کیا تو وہ عورت بیٹے پر حرام نہیں ہو گی۔ عند الحنفیۃ نکاح بمعنی جماع کے ہے۔

علامہ جصاص الفصول میں لکھتے ہیں:

’’كذلك قوله تعالى {ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم من النساء} [النساء: 22] من حمله على الوطء أفسد (به) النكاح بعد الوطء، ومن حمله على العقد دون الوطء منع (من) تزويجها بعد عقد الأب عليها‘‘ [7]

ترجمہ: اسی طرح فرمان باری تعالیٰ (ولاتنكحوا مانكح آباؤكم من النساء) کو جس نے وطی پر محمول کیا اس نے وطی کے بعد نکاح کو فاسد کر دیا اور جس نے نکاح کو عقد پر محمول کیا نہ کہ وطی پر تو اس کے نزدیک جائز نہیں کہ باپ کے کسی عورت سے عقد کرنے کے بعد بیٹا اس سے شادی کرے۔

ظنی الدلالت کی دیگر مثالیں:

1: وضو میں مسح کی مقدار۔

2: عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹنا یا نہ ٹوٹنا۔

3: مسلمان کا ذمی کو قتل کرنا یا معاہدہ توڑنا۔

4: عورت کی دیت۔

5: مطلقہ بائنہ کا نفقہ۔

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

6:نماز میں قرآن کی فرض قراءت کا مسئلہ۔

7:تارک الصلاۃ کے کفر کا مسئلہ۔

درجہ ثالثہ: قطعی الثبوت ظنی الدلالت کی تنزیل و تطبیق میں اجتہاد کا حکم:

ما قبل میں گزرا کہ جو مسائل جو قطعی الثبوت قطعی الدلالہ ہیں انکی تنزیل و تطبیق میں اجتہاد ممکن ہے۔ اسی طرح اس کی مثال یہاں بھی یعنی مسائل قطعی الثبوت ظنی الدلالہ کی تنزیل و تطبیق میں اجتہاد ممکن ہے۔

ظنی الثبوت قطعی الدلالت میں اجتہاد کا حکم:

اصولِ فقہ کی اصطلاح میں ظنی الثبوت، قطعی الدلالت سے مراد وہ نصوص ہیں جن کا مصدر اور رسول اللہ ﷺ کی طرف انتساب ظنی ہو، جیسے خبرِ واحد، لیکن اگر ان کا ثبوت صحیح قرار پا جائے تو ان کے الفاظ اپنے مفہوم پر واضح، قطعی اور غیر محتمل دلالت کرتے ہوں۔ اس قسم کی نصوص میں اجتہاد کا تعلق ثبوت سے تو ہو سکتا ہے، لیکن دلالت کے اعتبار سے اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کے احکام درج ذیل دو درجات میں بیان کیے جا سکتے ہیں:

درجہ اول: ظنی الثبوت میں اجتہاد کا حکم

چونکہ اس قسم کی دلیل کا ثبوت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہوتا ہے، اس لیے اس کے ثبوت میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ مجتہد محدثین کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں سند، راویوں کے حالات، اتصالِ سند، عدالت، ضبط، شذوذ اور علت جیسے امور کا تفصیلی جائزہ لیتا ہے، تاکہ یہ متعین کیا جا سکے کہ یہ روایت قابلِ قبول ہے یا نہیں۔ دوسرے الفاظ میں اجتہاد اس بات پر ہوتا ہے کہ آیا اس دلیل کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح اور معتبر ہے یا نہیں۔ اگر تحقیق کے بعد اس کا ثبوت راجح قرار پائے تو وہ شرعی استدلال کے لیے معتبر ہوگی، اور اگر اس کا ثبوت کمزور ثابت ہو تو اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا اس قسم کی نصوص میں اجتہاد کا میدان ان کے ثبوت اور صحتِ روایت کا تحقیقی جائزہ ہے۔

درجہ ثانی: قطعی الدلالت میں اجتہاد کا حکم

جب اس دلیل کا ثبوت قابلِ قبول ثابت ہو جائے اور اس کی دلالت قطعی ہو، یعنی اس کے الفاظ صرف ایک ہی واضح معنی پر دلالت کرتے ہوں اور کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ رکھتے ہوں، تو اس کے مفہوم اور مراد میں اجتہاد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس لیے کہ قطعی الدلالت نص اپنے حکم کو واضح، صریح اور غیر محتمل انداز میں بیان کرتی ہے، جس میں تاویل یا مختلف احتمالات کی بنیاد پر اختلافِ رائے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں مجتہد کا کام نص کے مفہوم کو تبدیل کرنا یا اس میں نئی تعبیر پیدا کرنا نہیں، بلکہ اس کے واضح حکم کو قبول کرنا اور حسبِ ضرورت اس کی تنزیل و تطبیق کرنا ہوتا ہے۔

اس بنا پر یہ اصول سامنے آتا ہے کہ ظنی الثبوت، قطعی الدلالت نصوص میں اجتہاد کا تعلق صرف ثبوتِ دلیل سے ہے، جبکہ دلالتِ دلیل قطعی ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد نہیں کیا جا سکتا۔ یہی اصول اسلامی فقہ میں نصوص کے ثبوت اور مفہوم کے درمیان توازن قائم کرتا ہے اور اجتہاد کو اس کے مشروع دائرے میں محدود رکھتا ہے۔

پہلی مثال:

حدیث پاک میں ہے:

’’عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ»‘‘ [8]

ترجمہ: حضرت شرحبیل بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کو اسکا پورا حق دے دیا ہے لہذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

یہ دلیل ظنی ہے کیونکہ یہ خبر واحد ہے،لہذا مجتہد اس کی جرح وتعدیل میں محاکمہ کر سکتا ہے، سند میں اجتہاد کر سکتا ہے، اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن اسکی دلالت قطعی ہے کیونکہ امت نے اسکو قبول کیا ہے اور اسکے مقتضاء کے عمل پر اجماع ہے یعنی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اس پر اجماع ہے۔

دوسری مثال:

یوں ہی صحیح بخاری میں ہے:

''عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تُقْطَعُ اليَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا»'' [9]

ترجمہ: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چور کا ہاتھ ایک دینار کے چوتھائی حصہ میں یا اس سے زائد میں کاٹا جائے۔

یہ دلیل بھی ظنی ہے کیونکہ یہ خبر واحد ہے،لہذا مجتہد اس کی جرح وتعدیل میں محاکمہ کر سکتا ہے، سند میں اجتہاد کر سکتا ہے، سوا اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن اسکی دلالت بھی قطعی ہے کیونکہ اس قدر پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ کہ چور کا ہاتھ اتنی یا اس سے زائد مقدار پر کاٹے جائیں گے، اس سے کم پر نہیں

ظنی الثبوت کی دیگر مثالیں:

1: زکوۃ کے اموال میں مقدار، مثلاً کتنے اونٹ، بکری پر زکوۃ۔

2: چوری کے نصاب میں اختلاف۔

3: شفاعت کا مسئلہ۔ (اہل کبائر کے لیے شفاعت کا مسئلہ)

درجہ ثالثہ: ظنی الثبوت قطعی الدلالہ کی تنزیل و تطبیق میں اجتہاد کا حکم:

اسی طرح یہاں بھی یعنی مسائل ظنی الثبوت قطعی الدلالہ کی تنزیل و تطبیق میں اجتہاد ممکن ہے۔

ظنی الثبوت ظنی الدلالت میں اجتہاد کا حکم:

اصولِ فقہ کی اصطلاح میں ظنی الثبوت، ظنی الدلالت سے مراد وہ نصوص ہیں جن کا ثبوت بھی ظنی ہو اور ان کی دلالت بھی قطعی نہ ہو، بلکہ ان کے الفاظ ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھتے ہوں۔ اس قسم کی نصوص اجتہاد کے لیے سب سے زیادہ وسیع میدان فراہم کرتی ہیں، کیونکہ ان میں ثبوت اور دلالت، دونوں پہلوؤں سے علمی تحقیق اور استنباط کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ البتہ یہ اجتہاد محض ذاتی رائے پر مبنی نہیں ہوتا، بلکہ اصولِ فقہ، قواعدِ حدیث، لغتِ عرب، مقاصدِ شریعت اور دیگر معتبر شرعی اصولوں کی روشنی میں انجام دیا جاتا ہے۔ اس نوع کی نصوص میں اجتہاد کے احکام درج ذیل ہیں:

درجہ اول: ظنی الثبوت میں اجتہاد کا حکم

چونکہ اس قسم کی دلیل کا ثبوت قطعی نہیں ہوتا، اس لیے اس کے ثبوت میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ مجتہد روایت کی سند، راویوں کی عدالت وضبط، اتصالِ سند، شذوذ اور علت جیسے تمام اصولی وحدیثی پہلوؤں کا جائزہ لیتا ہے تاکہ یہ متعین ہو سکے کہ آیا اس روایت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح اور قابلِ اعتماد ہے یا نہیں۔ اگر تحقیق کے نتیجے میں روایت صحیح یا حسن قرار پائے تو وہ استدلال کے قابل ہو گی، اور اگر اس کا ثبوت کمزور ثابت ہو تو اس سے شرعی حکم اخذ نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے اس درجے میں اجتہاد کا تعلق ثبوتِ دلیل سے ہے، جیسا کہ ظنی الثبوت نصوص کی سابقہ بحث میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

درجہ ثانی: ظنی الدلالت میں اجتہاد کا حکم

جب دلیل کی دلالت بھی ظنی ہو، یعنی اس کے الفاظ متعدد معانی کا احتمال رکھتے ہوں یا ان کے مفہوم کے تعین کے لیے قرائن اور اصولی قواعد کی ضرورت پیش آئے، تو مجتہد کو اس کی دلالت میں بھی اجتہاد کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ وہ لغتِ عرب، سیاق وسباق، اسبابِ ورود، دیگر نصوص، مقاصدِ شریعت، اقوالِ صحابہؓ اور فقہی اصولوں کی روشنی میں یہ متعین کرتا ہے کہ نص سے مراد کون سا معنی راجح ہے اور اسی کے مطابق شرعی حکم مستنبط کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظنی الدلالت نصوص میں فقہاء کے درمیان مختلف اجتہادی آراء وجود میں آتی ہیں، اور ہر مجتہد اپنے استدلال کے مطابق راجح مفہوم اختیار کرتا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اس بناپر ظنی الثبوت، ظنی الدلالت نصوص میں اجتہاد کا دائرہ نسبتاً وسیع ہوتا ہے، کیونکہ یہاں مجتہد کو ایک طرف دلیل کے ثبوت کا جائزہ لینا ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے مفہوم، مراد اور شرعی دلالت کا تعین بھی کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہی اختلافات کی ایک بڑی تعداد اسی نوع کی نصوص کے فہم اور استنباط سے متعلق ہے، اور اصولِ فقہ نے ان اختلافات کو منضبط کرنے کے لیے واضح قواعد وضوابط مقرر کیے ہیں۔

پہلی مثال:

صحیح بخاری میں ہے:

’’عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ»‘‘ [10]

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا اسکی نماز نہیں ہوتی۔

یہ دلیل ظنی الثبوت ہے کیونکہ یہ خبر واحد ہے، لہذا مجتہد اس کی جرح وتعدیل میں محاکمہ کر سکتا ہے، سند میں اجتہاد کر سکتا ہے، سو اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ چھوڑ دیا جائے گا۔

اسی طرح ظنی الدلالہ بھی ہے، کیونکہ لا صلوۃ میں لا برائے نفی کمال ہے یا نفی صحت، اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک لا برائے نفی کمال ہے جبکہ شوافع کے نزدیک لا برائے نفی صحت ہے۔ لہذا اگر کسی نے نماز میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی تو احناف کے نزدیک اسکی نماز ناقص ہو گی جبکہ شوافع کے نزدیک باطل ہو گی۔

ان دونوں کی دیگر مثالیں:

1: فجر میں دعاء قنوت۔

2: نماز میں ہاتھ چھوڑنا اور کھولنا۔

3: فاتحہ کے وقت بسم اللہ پڑھنا۔

4: شرمگاہ کو چھونے سے وضو کا حکم۔

5: جان بوجھ کر بیوی سے جماع کرنے پر کفارہ کا حکم۔

6: بغیر تکبر کے شلوار پائینچے سے نیچے لٹکانا۔

7: ایک مشت داڑھی کا مسئلہ۔

8: عورت سے بغیر شہوت کے مصافحہ کرنا۔

9: عورت کی ولایتِ نکاح میں شرائط۔

درجۂ ثالث: ظنی الثبوت، ظنی الدلالت نصوص کی تنزیل و تطبیق میں اجتہاد کا حکم

ظنی الثبوت، ظنی الدلالت نصوص میں جس طرح ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے، اسی طرح ان نصوص کی تنزیل و تطبیق میں بھی اجتہاد مشروع اور ضروری ہے۔ تنزیل و تطبیق سے مراد یہ ہے کہ نص سے مستنبط شدہ شرعی حکم کو نئے حالات، پیش آمدہ واقعات اور مختلف افراد واشیاء پر کس انداز سے منطبق کیا جائے۔ چونکہ زمان، مکان، عرف، حالات اور واقعات میں مسلسل تبدیلی آتی رہتی ہے، اس لیے ان نصوص کے عملی اطلاق کے لیے بھی اجتہادی بصیرت کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس مرحلے میں مجتہد پہلے دلیل کے ثبوت اور اس کی دلالت کا جائزہ لیتا ہے، پھر مقاصدِ شریعت، قواعدِ فقہ، مصالحِ معتبرہ اور حالاتِ واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ طے کرتا ہے کہ اس شرعی حکم کا اطلاق کس صورت میں ہو گا اور کن شرائط کے ساتھ ہو گا۔ اس نوع کے اجتہاد میں اصل نص یا اس کے مفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی، بلکہ اس کے صحیح اور مناسب اطلاق کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

عصرِ حاضر میں بہت سے جدید فقہی مسائل، جیسے ڈیجیٹل مالیاتی معاملات، مصنوعی ذہانت، جدید طبی تحقیقات، الیکٹرانک معاہدات اور دیگر نوپید مسائل، اسی نوع کے اجتہاد کی مثالیں ہیں، جہاں اصل شرعی اصول تو موجود ہوتے ہیں، لیکن ان اصولوں کو جدید صورتوں پر منطبق کرنے کے لیے گہرے فقہی اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظنی الثبوت، ظنی الدلالت نصوص میں اجتہاد کا دائرہ تینوں جہات—ثبوت، دلالت اور تنزیل و تطبیق—کو شامل ہے، اور یہی وہ قسم ہے جس میں فقہی اجتہاد کی وسعت سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ تاہم اس اجتہاد کی بنیاد ہمیشہ قرآن و سنت، اصولِ فقہ، مقاصدِ شریعت اور مسلمہ شرعی قواعد پر ہونی چاہیے، تاکہ استنباط اور تطبیق دونوں شریعت کی اصل روح کے مطابق رہیں۔

حواشی وحوالہ جات

---

1 - [المائدہ: 38]

2- المغنى لابن قدامہ: جلد ۹، ص ۱۳۶، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى: 620هـ) مكتبة القاهرة۔

3 -[البقرۃ:228]

4- العدۃ فی اصول الفقہ:جلد ۲ ، ص ۶۸۵ ، القاضي أبو يعلى ، محمد بن الحسين بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفى : 458هـ) بدون ناشر

5 -[الاحزاب: 50]

6 -[النساء: 22]

7- الفصول في الأصول: جلد ۲ ، ص ۱۴۵۔

8- سنن ابی داؤد: کتاب الوصایا ، باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث، جلد ۳، ص ۱۱۴، رقم: ۲۸۷۰، أبو داود سليمان بن الأشعث الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275هـ) المكتبة العصرية، صيدا - بيروت۔

9- صحيح البخاري: کتاب الحدود، جلد ۸ ، ص ۱۶۰، رقم: ۶۷۸۹، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي - دار طوق النجاة۔

10- صحيح البخاري: کتاب الصلوۃ، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم، جلد ۱، ص ۱۵۱، رقم: ۷۵۶۔